عقائد کوثر
مفتی محمد فہیم مصطفائی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

ہر حافظ، ہر قاری، ہر گھر، ہر سکول، ہر مکتب، ہر جامعہ اور ہر مسلمان
کیلئے ضروری رسالہ

مُرتّب:
محمد فہیم قادری مصطفائی
صدر مُدرّس جامعۃ المُصطفٰی

ناشر:
مکتبۃ النعمان ونیہ والہ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام رسالہ ---------------------------

عقائد کوئیز

مؤلف ---------------------------------

محمد فہیم قادری مصطفائی 0300-4406838

پہلا ایڈیشن ------------------------------------

ستمبر 2009ء ----تعداد---- 1000

دوسرا ایڈیشن ------------------------------------

نومبر 2009ء ----تعداد---- 1000

تیسرا ایڈیشن ------------------------------------

دسمبر 2009ء ----تعداد---- 1000

چوتھا ایڈیشن ------------------------------------

فروری 2010ء ----تعداد---- 1200

پانچواں ایڈیشن ------------------------------------

مئی 2010ء ----تعداد---- 1100

چھٹا ایڈیشن ------------------------------------

جولائی 2010ء ----تعداد---- 1200

ساتواں ایڈیشن ------------------------------------

اگست 2010ء ----تعداد---- 2200

آٹھواں ایڈیشن ------------------------------------

نومبر 2010ء ----تعداد---- 1200

نواں ایڈیشن ------------------------------------

جنوری 2011ء ---- تعداد ---- 1200

صفحات ----------------------------------

48

ہدیہ

---------------------------------- 40 روپے

{ملنے کے پتے}

مکتبہ قادریہ میلاد مصطفی چوک گوجرانوالہ، کرمانوالہ بک شاپ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار مارکیٹ لاہور، مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ جلالیہ وصراط مستقیم فوارہ چوک گجرات، مکتبۃ المصطفیٰ ﷺ سیالکوٹ

مکتبۃ المصطفیٰ اندرون لوہیانوالہ گوجرانوالہ، مکتبہ دارالعلوم دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ اہلسنت اندرون لوہاری گیٹ لاہور، مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ رضائے مصطفی دارالسلام چوک گوجرانوالہ، مکتبہ غوثیہ گوجرانوالہ، مکتبہ قادریہ لاہور

✿ فہرست ✿

ق توحید وشرک ق

سوال:1: توحید کسے کہتے ہیں؟

جواب: مولانا سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں کہ اَللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ہونے سے پاک ماننا توحید ہے یعنی جس طرح اَللہ تعالیٰ ہے، ویسا ہی کسی اور کو خدا نہ ماننا اور علم وسماعت وبصارت وغیرہ جیسی صفات اَللہ تعالیٰ کی ہیں، ویسی کسی کی نہیں، یہ عقیدہ رکھنا توحید باری تعالیٰ ہے۔

سوال:2: شرک کی کیا تعریف ہے؟

جواب: عقائد حنفی کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفیہ میں حضرت علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

{ اَلْاِشْرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِیْکِ فِی الْاُلُوْهِیَّةِ بِمَعْنٰی وَاجِبِ الْوُجُوْدِ کَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَاتِ کَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ } [شرح عقائد نسفیہ:٦١]

ترجمہ: ''شرک یہ ہے کہ اَللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا اَللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو لائقِ عبادت جاننا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔''

سوال:3: واجب الوجود کا کیا مطلب ہے؟

جواب: واجب الوجود ایک ایسی ذات جو اپنے موجود ہونے میں کسی کی محتاج نہ ہو اور نہ اُس کی اِبتداء ہو اور نہ اِنتہاء، جیسے اَللہ تعالیٰ کی ذات۔

اب اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جیسے اَللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے، اِسی طرح کوئی اور ذات مثلاً نبی، ولی وغیرہ واجب الوجود ہیں تو ایسا شخص مشرک ہوگا۔

نوٹ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ کوئی نبی یا ولی وغیرہ اَللہ تعالیٰ کی طرح واجب الوجود ہے۔

سوال:4: شرک کی کتنی اَقسام ہیں؟

جواب: شرک کی دو قسمیں ہیں:

(۱): شرک فی الذات (۲): شرک فی الصفات

(۱): **شرک فی الذات** یہ ہے کہ اَللہ تعالیٰ کی پاک ذات میں کسی دوسری ذات کو شریک ماننا یعنی جیسی ذات اَللہ کی ہے، ویسی ہی کوئی اور ذات ہے۔

(۲): **شرک فی الصفات** یہ ہے کہ اَللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ میں سے کسی صفت میں کسی غیر کو شریک ماننا یعنی جس طرح اَللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ویسے ہی کسی دوسرے میں صفات ماننا۔

سوال:5: سمیع وبصیر وغیرہ اَللہ تعالیٰ کی بھی صفات ہیں اور یہی صفات دیگر بندوں میں بھی پائی جاتی ہیں تو کیا یہ شرک ہوگا؟

جواب: اَللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفات ذاتی ہیں جبکہ بندوں میں یہ صفات اَللہ تعالیٰ کی عطاء سے ہیں، اِسی طرح اَللہ تعالیٰ کیلئے یہ صفات اَزلی اَبدی ہیں جبکہ بندوں کیلئے یہ صفات عارضی ہیں یعنی اَللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کسی کا محتاج نہیں جبکہ بندے اپنی صفات میں اَللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، لہذا ایسا کہنے سے شرک لازم نہیں آئے گا۔

علمِ غیبِ مصطفی ﷺ

سوال:1: رسولِ اکرم ﷺ کے غیب کا علم جاننے کے بارے میں اسلام کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: رسولِ اکرم ﷺ کے علم غیب کی دو صورتیں ہیں۔

[۱]: قرآن وسُنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور دیگر انبیاءِ کرام کو بعض غیب کا علم دیا اِس بات کا منکر کافر ہے۔

[۲]: اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کلی علم غیب دیا ہے اور حضور ﷺ کا علم ساری مخلوقات حتی کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام سے بھی زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو پانچ غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کا علم یعنی قیامت کا علم کہ کب ہوگی؟ تمام گزشتہ اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم، حقیقتِ روح اور قرآنِ مجید کے سارے متشابہات کا علم دیا، اِس قسم کے علم غیب کا منکر بددین، گمراہ اور بدمذہب ہے کہ سینکڑوں احادیثِ صحیحہ کا منکر ہے۔

سوال:2: قرآن حکیم سے حضور ﷺ کے علم غیب پر چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے 3 آیات بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: 1]

{وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ}

ترجمہ: ”اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تم کو غیب کا علم دے، ہاں! اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چُن لیتا ہے۔“ [ال عمران:۱۷۹،پ:۴]

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو بعض علم غیب عطا فرماتا ہے۔

[دلیل: ۲]

{وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا} [النسآء:۱۱۳،پ:۵]

ترجمہ: ”اور تم کو سکھایا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔“

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ کے تحت تفسیر جلالین، تفسیر کبیر، تفسیر خازن، تفسیر طبری اور دیگر معتبر تفاسیر میں یہ بات موجود ہے کہ اِس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جو علم سکھایا، وہ علمِ غیب اور احکامِ دین ہیں۔ [تفسیر جلالین:۸۷]، [تفسیر کبیر:۳۹/۶]، [تفسیر خازن:۴۲۹/۱]، [تفسیر طبری:۱۷۷/۵]

[دلیل: ۳]

{وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ}[التکویر:۲۴۔پ:۳۰]

ترجمہ: ''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔''

فائدہ: تفسیر بیضاوی وتفسیر خازن میں ہے کہ اِس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اَللّٰہ تعالیٰ نے رسولِ اَکرم ﷺ کو علمِ غیب عطا فرمایا تھا اور حضور ﷺ اِس علمِ غیب کو چھپاتے بھی نہیں تھے بلکہ صحابۂ کرام کو بھی بتاتے تھے۔ [تفسیر بیضاوی:۱/۷۸۶]۔[تفسیر خازن:۴/۳۵۷]

سوال:3: رسولِ اَکرم ﷺ کے علمِ غیب پر چند معتبر اَحادیثِ مبارکہ پیش کریں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 4 اَحادیث بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل:۱]

{عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدَأِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ}

[صحیح بخاری، کتاب بدأ الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ: وھوالذی یبدؤ:۱/۴۵۳]

ترجمہ: ''حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ رسولِ اَکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، پس ہمیں اِبتدائے خلق کی خبر دی، یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی جگہوں میں چلے گئے اور جہنمی لوگ اپنی جگہوں میں (یعنی ہمیں اِبتدائے خلق سے لے کر قیامت کے بعد تک کے تمام واقعات کی خبر دی)۔

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے یہ بات واضح ہوئی کہ اَللّٰہ تعالیٰ نے رسولِ اَکرم ﷺ کو مخلوق کے پیدا ہونے سے لے کر قیامت کے بعد تک کے تمام اَحوال وحوادثات کا علم دیا تھا اور حضور ﷺ نے یہ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی عطا فرمایا۔

[دلیل:۲]

{عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا ؟ فَوَاللّٰهِ ! مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ، اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ}

ترجمہ: ''رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں (سامنے) ہے، پس اَللّٰہ عزوجل کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں ہے، بے شک میں اپنے پیچھے سے تمہیں ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے میں تمہیں (سامنے سے) دیکھتا ہوں۔ [صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب عظۃ الناس الامام:۱/۵۹]

فائدہ: اِس حدیثِ پاک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے آگے اور پیچھے کو جاننا ایک جیسا ہے یعنی آپ ﷺ اپنے پیچھے کی چیزوں کو بھی اِسی طرح جان لیتے ہیں جیسے آپ آگے کی چیزوں کو جانتے ہیں تو یہ حضور ﷺ کے علمِ غیب کی واضح دلیل ہے۔

[دلیل:۳]

{ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا، قَالَ فَمَا مَاطَ عَنْ مَوْضَعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ }

ترجمہ: ''حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے اور آپ اپنا ہاتھ اُس زمین پر رکھتے کہ یہاں یہاں کافر مریں گے، راوی کہتے ہیں کہ کوئی کافر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ لگانے کی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوا۔'' [صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوۃ بدر: ۲/۱۰۲]

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے ایک دن قبل ہی کافروں کے مرنے کی جگہ بھی بتادی حالانکہ ابھی جنگ بھی شروع نہ ہوئی تھی تو یہ حضور ﷺ کے علمِ غیب کی واضح دلیل ہے۔

[دلیل:۴]

{ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَعَلِمْتُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ } قال الترمذی ھذا حدیث حسن۔

[جامع الترمذی: ۲/۱۵۵، ۱۵۶، مرقات شرح مشکوۃ: ۲/۲۱۰]

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے خواب میں ربِّ ذوالجلال کا دیدار کیا تو میں نے زمین وآسمان کی ہر چیز کو جان لیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے مشرق ومغرب کے درمیان ہر چیز کو جان لیا۔'' امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ تمام زمین وآسمان اور مشرق ومغرب کے درمیان کے علوم کو جانتے ہیں جو آپ ﷺ کے علمِ غیب جاننے کی واضح دلیل ہے۔

ق غیر اللہ سے اِستعانت ق

سوال:1: کیا اَنبیاء کرام واَولیاءِ عظام سے مصیبت کے وقت مدد مانگنا جائز ہے؟ قرآن وسنت کا اِس بارے کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن وسنت کی تصریحات کے مطابق اَنبیاء کرام واَولیاء عظام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اُس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی اِمداد تو صرف اَللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے، جبکہ یہ نفوسِ قدسیہ تو اَللہ تعالیٰ کی عطا سے ہی مدد کرتی ہیں اور ہر زندہ اور مردہ میں کوئی فرق نہیں یعنی اَنبیاء واَولیاء زندہ ہوں یا دنیا سے رخصت ہو جائیں دونوں صورتوں میں اِن سے مددطلب کرنا جائز ہے۔

سوال:2: غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت پر قرآن حکیم سے چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے 3 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{قَالَ عِیۡسَی بۡنُ مَرۡیَمَ لِلۡحَوَارِیّٖنَ، مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ، قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ}

ترجمہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کون ہے جو اَللہ کی طرف میری مدد کرے گا تو حواریوں نے کہا کہ ہم اَللہ کے دین کے مددگار ہیں۔'' [الصف:۱۴۔پ:۲۸]

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مددطلب کی تو یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ غیر اللہ سے مددطلب کرنا جائز ہے ورنہ عیسیٰ علیہ السلام اَللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، یہ تو شرک کا حکم نہیں دے سکتے۔

[دلیل: ۲]

{یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ} [البقرہ:۱۵۳۔پ:۲]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نماز اور صبر سے مددطلب کرو۔''

فائدہ: پس اگر غیر اللہ سے مددطلب کرنا مطلقاً شرک ہوتا تو اَللہ تعالیٰ کبھی بھی ایمان والوں کو یہ حکم نہ دیتا کہ وہ نماز وصبر (جو کہ خدا نہیں بلکہ غیر خدا ہیں) سے مددطلب کریں۔

[دلیل: ۳]

{اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا} [المائدۃ:۵۵۔پ:۶]

ترجمہ: ’’(اے مسلمانوں!) تمہارا مددگار اَللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں۔‘‘

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ مومنوں کا مددگار اَللہ تعالیٰ، اُس کا رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں تو اگر غیر اللہ کا مددگار رہنا شرک ہوتا تو اَللہ تعالیٰ کبھی بھی قرآن میں یہ ذکر نہ فرماتا۔

سوال:3: غیر اللہ سے مدد مانگنے کے جواز پر چند اَحادیثِ مبارکہ پیش فرمائیں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

جب رسول اکرم ﷺ شبِ معراج واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے پوچھا کہ اَللہ تعالیٰ نے کیا تحفہ دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا {فُرِضَتْ عَلَیَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً کُلَّ یَوْمٍ} ’’کہ ہر دن کیلئے 50 نمازیں مجھ پر فرض ہوئیں ہیں‘‘ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بار بار گذارش پر حضور ﷺ اَللہ کی بارگاہ میں گئے اور 5 نمازیں رہ گئیں۔ [صحیح بخاری: کتاب بنیان الکعبۃ، باب المعراج: ۱/۵۴۹]

فائدہ: یہ حدیث پاک اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ اَنبیاءِ کرام علیہم السّلام دنیا سے رخصت فرما جانے کے بعد بھی لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی، لہٰذا اگر یہ عمل شرک ہوتا تو اَللہ کے نبی کبھی بھی ایسا نہ کرتے۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ}

[صحیح مسلم: کتاب الذکر، باب فضل الاجتماع علی القرآن: ۲/۳۴۵]

ترجمہ: ’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اَللہ تعالیٰ اُس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

فائدہ: اگر غیر اللہ سے مدد شرک ہوتی تو اَللہ تعالیٰ کبھی بھی بندوں کی مدد کرنے کی فضیلت بیان نہ فرماتا۔

[دلیل: ۳]

{عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ کَعْبِ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَلْ، فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ، فَقَالَ: اَوَغَیْرَ ذٰلِکَ، فَقُلْتُ هُوَذَاکَ، قَالَ: فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ

بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ}

[صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود: ا/ ۱۹۳]

ترجمہ: ''حضرت ربیعہ بن کعب ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ مانگ! پس میں نے کہا کہ میں جنت میں آپ کا پڑوس مانگتا ہوں تو آپ نے پوچھا کہ کیا اس کے علاوہ بھی کچھ چاہیے، میں نے عرض کیا کہ صرف یہی تو فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کثرتِ سجود سے اپنے نفس کے خلاف میری مدد کر یعنی اپنے مطلب کے حصول کیلئے سجدوں کی کثرت کر۔''

فائدہ: اِس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ اگر غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہوتا تو حضور ﷺ کبھی بھی اپنے بارے یہ نہ کہتے کہ مجھ سے مانگ اور کبھی بھی صحابی حضور ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کے پڑوس کا سوال نہ کرتے، لہٰذا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے غیر اللہ مدد کر سکتا ہے۔

ق نداءِ یارسول اللہ ق

سوال:1: رسول اکرم ﷺ کو یارسول اللہ! کہہ کر پکارنے کے بارے میں قرآن وسُنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: رَسولِ اَکرم ﷺ کو دور یا نزدیک سے، اُن کی ظاہری زندگی یا بعد از وفات شریف خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یارسول اللہ! یا ایک جماعت مل کر نعرۂ رسالت یارسول اللہ! لگائے، یہ سب صورتیں قرآن و سُنت کی روشنی میں جائز ہیں، اِس سے شرک لازم نہیں آتا۔

سوال:2: قرآنِ کریم سے نداءِ یارسول اللہ پر چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآنِ حکیم سے ایک آیتِ کریمہ بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا} [النور: ۶۳۔ پ: ۱۸]

ترجمہ: ''تم رسول ﷺ کو اِس طرح نہ پکارو جس طرح تُم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔''

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ کے تحت تفسیر جلالین، تفسیر صاوی، تفسیر جامع البیان للطبری، تفسیر جمل اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ حضور ﷺ کا نام لے کر یا مُحَمَّدُ! کہنا اور کنیت کے ساتھ یا اَبَا الْقَاسِمِ! کہہ کر پکارنا بے ادبی ہے بلکہ ادب اور تعظیم یہ ہے کہ حضور ﷺ کو آپ کی حیات میں اور بعد از وفات ہر حالت میں یا رسول اللہ! یا حبیبَ اللہ! کہہ کر پکارا جائے۔

[تفسیر بیضاوی: ۵۷۴]، [تفسیر صادی: ۴۲۱/۲]، [تفسیر جلالین: ۳۰۲]، [تفسیر طبری: ۱۳۴/۱۸]

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ مفسرینِ کرام نے اپنا یہ عقیدہ حضور ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد اپنی تفاسیر میں لکھا ہے، اگر حضور ﷺ کو یارسولَ اللہ! کہہ کر پکارنا صرف حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں ہی جائز ہوتا اور بعد از وفاتِ ظاہری جائز نہ ہوتا تو یہ تمام مفسرین اپنی کتبِ تفاسیر میں کبھی بھی یہ عقیدہ نہ لکھتے بلکہ یہ وضاحت کرتے کہ اب حضور ﷺ کو یارسولَ اللہ! کہہ کر پکارنا منع ہے حالانکہ ایسا کسی ایک مفسر نے بھی نہیں کہا جو اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور ﷺ کو اب بھی یارسولَ اللہ! کہہ کر پکارنا نہ صرف جائز بلکہ تعظیم اور ادب کا تقاضا یہی ہے۔

سوال:3: نداءِ یارسول اللہ پر اَحادیثِ مبارکہ سے چند دلائل پیش فرمائیں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 4 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

تمام دنیا کے بڑے بڑے محدثین مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ وغیرہ سب نے لکھا ہے کہ نماز کے تشہد میں یہ کلمات پڑھے جائیں گے: [**اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ**] **اور** بڑے بڑے محدثین نے لکھا ہے کہ اِس کو حکایت کے طور پر نہ پڑھے بلکہ اِنشاء کا ارادہ کرے (یعنی یہ تصور کرے کہ حضور ﷺ میرے سلام کو سن رہے ہیں) پس اگر حضور ﷺ کو [یا] کے ساتھ پکارنا حضور ﷺ کی ظاہری زندگی کے ساتھ ہی خاص ہوتا تو پھر تمام محدثین اِس کو اپنی کتابوں میں ذکر نہ کرتے، لیکن آج تک کسی محدث کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ اِس بات کا اِنکار کرے، لہٰذا حضور ﷺ کی ظاہری وفات کے بعد بھی آپ کو یارسولَ اللہ! یانبیَ اللہ! یاحبیبَ اللہ! کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ عَلِیٍّ کَانَتْ لِیْ مَنْزِلَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَمْ تَکُنْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ اٰتِیْهِ بِاَعْلٰی سِحْرٍ وَاَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ }

[مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی، الفصل الثالث بحوالہ سنن نسائی: ۵۶۵]

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں وہ مرتبہ ملا تھا جو کسی اور کو نہ ملا تھا، پس میں صبح سحری کے وقت حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتا اور میں کہتا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہ (سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی!)۔''

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو یا نبی اللہ! کہہ کر پکارنا حضرت

علی ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

[دلیل:۳]

{ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ: کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ بِمَکَّۃَ فَخَرَجْنَا فِیْ بَعْضِ نَوَاحِیْھَا فَمَا اسْتَقْبَلَہٗ جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ اِلَّا وَھُوَ یَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! }

قَالَ التِّرْمِذِیُّ: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

[جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی مبعث النبی: ۲/۲۰۳، مشکوۃ المصابیح، باب فی المعجزات، الفصل الثانی: ۵۴۰]

ترجمہ: ''حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا کہ ہم مکہ کے گردونواح میں نکلے، پس ہم جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے، اُسی سے آواز آتی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! (سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول!)'' حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اِس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ رَسولِ اَکرم ﷺ کو یارسولَ اللہ کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

[دلیل:۴]

{ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِذَا ضَلَّ اَحَدُکُمْ اَیْ عَنِ الطَّرِیْقِ اَوْ اَرَادَ عَوْنًا وَھُوَ بِاَرْضٍ لَیْسَ فِیْھَا اَنِیْسٌ، فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ! اَغِیْثُوْنِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَعِیْنُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَاتَرَوْنَھُمْ }

ترجمہ: ''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی راستہ بھول جائے یا وہ ایسی زمین پر ہے جہاں اُس کا کوئی ساتھی نہیں اور اُسے مدد کی ضرورت ہے تو وہ یوں کہے، اے اَللہ کے بندوں! میری مدد کرو کیونکہ اَللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے۔''

[المعجم الکبیر: ۱۰/۲۱۷]۔[شعب الایمان: ۱/۱۸۳]۔[مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷/۱۳۲]۔[مسند ابویعلی: ۹/۱۷۷]

فائدہ: ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ ثقہ علماء کرام نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، آپ ہی [یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ] کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فرشتے یا مسلمان جن یا مردان غیب ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں، یعنی اولیاءُ اللہ، لہذا اِس حدیث سے پتہ چلا کہ غیر اللہ کو لفظ [یا] کے ساتھ مدد کے طور پر پکارنے کا خود حضور ﷺ نے حکم اِرشاد فرمایا ہے۔

حیاتِ اَنبیاء واَولیاء

سوال:1: کیا اَنبیاءِ کرام واَولیاءِ عظام دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں؟اِس کے بارے قرآن وسنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: حیاتِ اَنبیاء کے بارے قرآن وسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام اَنبیاء کرام بالخصوص رسولِ اکرم ﷺ حیاتِ حقیقی اور جسمانی کے ساتھ اپنی قبور میں زندہ ہیں، اپنی نورانی قبور میں اَللّٰہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں ،نماز پڑھتے ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کا جواب دیتے ہیں جس طرح چاہے تصرف فرماتے ہیں اور اپنے اُمتیوں کے اَعمال مشاہدہ کرتے ہیں، اِن کی حیات شہداء سے بھی اَفضل اور اَعلیٰ ہے۔

سوال:2: حیاتِ اَنبیاء پر قرآنِ حکیم سے دلیل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے ایک آیت کریمہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے۔

{وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ‌ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ}

ترجمہ: ''اور جولوگ اَللّٰہ کی راہ میں شہید کر دیئے جائیں، تم اُن کو مردہ گمان مت کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔'' [آلِ عمران:۱۶۹]

فائدہ: جب حضور ﷺ کے اُمتیوں میں سے کوئی شہید ہو جائے تو اُس کے زندہ ہونے کی گواہی قرآن دے رہا ہے تو پھر اَنبیاءِ کرام اور خصوصاً رَسولِ اَکرم ﷺ کا درجہ تو سب اُمتیوں سے بڑھ کر ہے تو پھر آپ کیوں زندہ نہ ہوں گے۔

اِمام اَحمد، اَبویعلی، اِمام طبرانی، اِمام حاکم نے **متدرک** اور **اِمام بیہقی** نے **دلائل النبوۃ** میں ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ میں اِس بات پر نو(۹) دفعہ قسم اُٹھانا زیادہ پسند کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کو شہید کیا گیا ہے جبکہ حضور ﷺ کے شہید نہ ہونے پر صرف ایک دفعہ قسم اُٹھاتا ہوں کیونکہ حضور ﷺ کی وفات اُسی زہر کے اثر سے ہوئی تھی جو خیبر کے موقع پر یہودیوں کی طرف سے آپ کو دیا گیا تھا تو اُس زہر کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہونا طبعی تھا لیکن آپ کا اِس کے باوجود زندہ رہ جانا ایک معجزہ تھا، لہذا آپ کی موت بھی شہادت کی ہے اور شہید کے زندہ ہونے کی قرآنِ پاک نے صراحت کردی ہے۔

سوال:3: حیاتِ اَنبیاء پر چند اَحادیثِ مبارکہ بطور دلیل پیش کریں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ}

[صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ: ۲/۲۶۸]

ترجمہ: "حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔"

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اَللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں اور نماز بھی اَدا فرماتے ہیں۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: کُنْتُ اَدْخُلُ بَیْتِیَ الَّذِیْ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاِنِّیْ وَاضِعٌ ثَوْبِیْ وَاَقُوْلُ: اِنَّمَا زَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَھُمْ فَوَاللّٰہِ! مَا دَخَلْتُہٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَۃٌ عَلَیَّ ثَوْبِیْ حَیَاءً مِّنْ عُمَرَ}

[حاکم فی المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ: ۴/۷۶۲ (۶۸۴۶)، مشکوۃ المصابیح: باب زیارۃ القبور، الفصل الثالث: ۱۵۴]

ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں اپنے اُس حجرۂ اَقدس میں داخل ہوتی تھی جس میں رَسولُ اللہ ﷺ مدفون اور آرام فرما تھے تو میں کچھ پردہ کا اِہتمام کرتی تھی اور دل میں کہتی تھی کہ یہ تو میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں (یعنی مکمل پردے کی ضرورت نہیں ہے) پھر جب اُس حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو میں بغیر اچھی طرح پردہ کیے ہرگز نہ داخل ہوتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرتے ہوئے۔"

فائدہ: اِس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا یہ عقیدہ تھا کہ اَہلِ قبور دیکھتے ہیں، وہ سمجھتی تھیں کہ رَسولُ اللہ ﷺ اور صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ مجھے بوقتِ زیارت دیکھتے ہیں لیکن اُن سے پردہ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ایک اُن کے شوہر اور ایک باپ تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مدفون ہونے کے بعد باقاعدہ پردہ کر کے جاتی تھیں جس سے یہ عقیدہ نکھر کر سامنے آ گیا کہ اَنبیاءِ کرام واَولیاءِ کرام اپنی قبور میں حیات ہیں اور زائرین کو دیکھتے ہیں۔

[دلیل: ۳]

{ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآئِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ }

[سنن نسائی: کتاب الجمعۃ، باب اکثار الصلوۃ علی النبی: ۱/ ۲۰۳، سنن ابن ماجۃ: باب فضل الجمعۃ: ۷۶، سنن ابوداود: کتاب الصلوۃ، باب فی الاستغفار: ۱/ ۲۲۱، مشکوۃ المصابیح: باب الجمعۃ، الفصل الثانی: ۱۲۰]

ترجمہ: "حضرت اَوس بن اَوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اَللّٰہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے جسموں کو کھائے، پس اَللّٰہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اُسے رزق دیا جاتا ہے۔"

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک کو صحاح ستہ میں سے تین کتابوں میں نقل کیا گیا جس میں حضور ﷺ نے واضح طور پر اِرشاد فرمادیا کہ تمام اَنبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

حقیقتِ وسیلہ

سوال:1: اپنی دنیاوی واُخروی حاجات کے پورا کرنے کے لئے اَنبیاء کرام واَولیاءِ عظام کا وسیلہ پیش کرنے کے بارے میں قرآن وسُنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: اپنی دینی ودنیوی حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے اَللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اَنبیاءِ کرام واَولیاءِ عظام کا وسیلہ پیش کرنا قرآن وسُنت کی روشنی میں جائز ہے اور اِس عمل کے جائز ہونے پر جمہور محدثین ومفسرین کا اِجماع ہے۔

سوال:2: قرآن پاک سے وسیلہ کے جواز پر کوئی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: قرآن حکیم سے 2 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآئُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا } [النساء: ۶۴، پ: ۵]

ترجمہ: "اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوں، پھر

اَللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ بھی اُن کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اَللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔"

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوئی کہ اَللہ تعالیٰ نے خود ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنی بخشش کے لئے رسولُ اللہ ﷺ کا وسیلہ پیش کریں تو پھر اَللہ تعالیٰ ہماری دُعا قبول فرمائے گا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ تمام معتبر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اِس آیتِ کریمہ کا حکم قیامت تک کیلئے باقی ہے، یہ صرف حضور ﷺ کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

[دلیل: ۲]

{وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا} [البقرہ:۸۹،پ:۱]

ترجمہ: "اور اِس سے پہلے وہ اُس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔"

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ کے تحت تفسیر جلالین، تفسیر خازن، تفسیر کبیر، تفسیر قرطبی اور تفسیر کشاف وغیرہ میں ہے " **[اَیْ يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِی التَّوْرَاةِ وَكَانُوْا يُنْصَرُوْنَ]** "یعنی وہ لوگ کہتے کہ اے اَللہ! تو ہماری مدد فرما اُس نبی ﷺ کے وسیلہ سے جو آخری زمانہ میں مبعوث ہونے والا ہے جس کی صفات ہم تورات میں پاتے ہیں، تو اُن کی مدد کی جاتی تھی۔

[تفسیر جلالین:۱۴]،[تفسیر خازن:۱/۶۹]،[تفسیر کبیر:۲/۱۷۹]،[تفسیر قرطبی:۲/۲۰]،[تفسیر کشاف:۱/۱۸۸]

فائدہ: یہ آیتِ کریمہ حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز پر بڑی واضح دلیل ہے۔

سوال:3: اَحادیثِ مبارکہ سے وسیلہ کے جواز پر کوئی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ؓ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ؓ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ}

[صحیح بخاری: ابواب الاستسقاء، باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذ قحطوا:۱/۱۳۷]

ترجمہ: "حضرت اَنس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ کے زمانے میں قحط پڑا تو آپ نے حضرت عباس بن عبدا ؓ کے وسیلے سے بارش طلب کی، پس یوں دُعاء کی: اے

اَللہ جَلَّ جَلَالُکَ! ہم تیرے نبی ﷺ کے وسیلے سے دُعاء مانگتے تھے تو تُو بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تجھ سے تیرے نبی ﷺ کے چچا کے وسیلے سے دُعاء مانگتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما، پس اُن پر بارش برسادی جاتی۔"

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش فرما کر ثابت کر دیا کہ نہ صرف حضور ﷺ بلکہ آپ کے چچا کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَنِیْفٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا ضَرِیْرَ الْبَصَرِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ، قَالَ ﷺ: اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ، قَالَ: فَادْعُہُ، قَالَ: فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّتَوَضَّأَ فَیُحْسِنَ وُضُوْءَہٗ وَیَدْعُوْ بِھٰذَا الدُّعَآءِ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ، یَا مُحَمَّدُ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ، اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ}

[جامع ترمذی: ابواب الدعوات، باب فی انتظار الفرج: ۲/۱۹۷، سنن ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی صلوۃ الحاجۃ: ۹۹]

ترجمہ: "حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ اَللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے آنکھیں عطا فرمادے، پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تُو چاہے تو میں دُعا کرتا ہوں اور اگر تُو چاہے تو صبر کر کہ یہ تیرے لئے بہتر ہے، پس اُس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ دُعا فرمادیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تُو اچھے طریقے سے وضوء کر کے یہ دُعا پڑھ: اے اَللہ! جَلَّ جَلَالُکَ میں تجھ سے تیرے نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ میں آپ کے واسطے سے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں کہ میری وہ حاجت پوری ہو جائے، اے اَللہ! جَلَّ جَلَالُکَ میرے حق میں یہ سفارش قبول فرمالے۔"

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ نے خود صحابی کو تعلیم دی کہ تم میرے وسیلے سے اَللہ تعالیٰ سے دُعا کرو، تو اگر غیر اللہ کا وسیلہ پیش کرنا شرک ہوتا تو حضور ﷺ خود کبھی بھی اِس کی تعلیم نہ فرماتے۔

[دلیل: ۳]

{عَنْ مَالِکِ الدَّارِیِ وَکَانَ خَازِنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِیْ زَمَنِ

عُمَرَ ﷺ فَجَآئَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْکَ وَسَلَّم! اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا] فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی الْمَنَامِ وَقَالَ: اِئْتِ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ وَاقْرَأْهُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُ اَنَّھُمْ یُسْقَوْنَ فَاَتَاهُ وَاَخْبَرَهُ فَبَکٰی عُمَرُ وَسُقُوْا}

[رواہ البیہقی باسناد صحیح] [مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲/۱۲، کتاب فضائل: باب ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب، دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی رؤیۃ النبی فی المنام: ۴۷/۷، فتح الباری: ۶۳۹۲/۱]

ترجمہ: "حضرت عمر ﷺ کے خازن مالک داری ﷺ کہتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت بلال بن حارث ﷺ نبی اُکرم ﷺ کے مزارِ اَقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیکَ وَسَلَّم! اپنی اُمت کیلئے بارش طلب فرمایئے، لوگ ہلاک ہوگئے ہیں تو اُس شخص کے خواب میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر بن خطاب سے جاکر میرا اسلام کہواور یہ بتادو کہ عنقریب بارش برسائی جائے گی، پس وہ شخص حضرت عمر فاروق ﷺ کے پاس آیا اور اِس بات کی خبر دی تو حضرت عمر فاروق ﷺ رو پڑے اور اُن پر بارش برسادی گئی۔"

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ صحابی رسول حضرت بلال ﷺ نے حضور ﷺ کی قبرِ اَنور کا وسیلہ پیش کیا اور حضرت عمر فاروق ﷺ نے اِس پر کوئی اِعتراض نہ کیا اور نہ ہی کسی اور صحابی نے اِعتراض کیا کہ تم شرک کر رہے ہو تو یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ اَنبیاءِ کرام کا وسیلہ پیش کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

ق اِختیاراتِ مصطفی ق

سوال:1: اِختیاراتِ مصطفی ﷺ کے بارے قرآن وسُنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن وسُنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اَللہ تعالیٰ نے رسولُ اللہ ﷺ کو خصوصی اِختیارات عطا فرمائے ہیں جن کی بنا پر آپ ﷺ حلال وحرام قرار دینے کا اِختیار رکھتے ہیں اور کسی بھی حرام چیز کو کسی خاص بندے کے لیے حلال کرنے اور کسی حلال چیز کو کسی خاص بندے کے لیے حرام کرنے کا اِختیار رکھتے ہیں۔

سوال:2: اِختیاراتِ مصطفی ﷺ پر قرآنِ حکیم سے چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآنِ حکیم سے 3 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ} [الاعراف:۱۵۷،پ:۹]

ترجمہ: ''اور یہ نبی اُن کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتے ہیں۔

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ حضور ﷺ اُمتیوں کے لیے حلال وحرام کرنے کا اِختیار رکھتے ہیں۔

[دلیل: ۲]

{وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا} [الحشر:۷،پ:۲۸]

ترجمہ: ''اور جو کچھ تمہیں رسول ﷺ عطاء فرمائیں اُسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں پس اُس سے رک جاؤ۔''

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کو عطاء کرنے اور منع کرنے کا اختیار ہے۔

[دلیل: ۳]

{وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ} [التوبہ:۲۹،پ:۱۰]

ترجمہ: ''اور وہ حرام نہیں مانتے اُس چیز کو جس کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے حرام کیا۔''

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اُس کا رسول ﷺ حلال وحرام کرنے کا اِختیار رکھتا ہے اور حضور ﷺ کے اِس اِختیار کو نہ ماننا منافقین کا طریقہ ہے۔

سوال:3: اِختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ پر چند اَحادیثِ مبارکہ پیش کیجیے؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 5 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ}

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی الشہید:۱/۱۷۹، صحیح مسلم:۱/۱۹۹]

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک مجھے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں ہیں۔''

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر قسم کے خزانوں کا مالک بنایا ہے، آپ جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ}

[صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ: ۱/۱۶]

ترجمہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اَللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں اُسے تقسیم فرماتا ہوں۔''

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک کے تحت مُلاّ علی قاری اور دیگر محدثین نے لکھا ہے کہ اَللہ عزوجل آپ ﷺ کو علم، مال اور دیگر ہر طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور آپ ﷺ اُنہیں تقسیم فرماتے ہیں تو یہ حضور ﷺ کے مُختار ہونے کی دلیل ہے۔

[دلیل: ۳]

{عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْلَا اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ} [صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب السواک یوم الجمعہ: ۱/۱۲۲]

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری اُمت پر گراں نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

فائدہ: اِس حدیث مبارک سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ کو اَحکام نافذ کرنے میں اَللہ عزوجل نے مختار بنایا ہے، اِسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں حکم دیتا تو مسواک لازم ہو جاتی۔

[دلیل: ۴]

{عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ: قَالَ خُزَيْمَةُ الْاَنْصَارِىُّ الَّذِىْ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهَادَتَهٗ شَهَادَةَ الرَّجُلَيْنِ} [صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب قول اللہ: قل هل تربصون: ۱/۳۹۴]

ترجمہ: ''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِن کی گواہی کو دو مردوں کے برابر قرار دیا ہے۔''

فائدہ: قرآنِ حکیم کے حکم کے مُطابق حدود و قصاص میں کم از کم دو مردوں کی گواہی ضروری ہے مگر حضور ﷺ نے اپنے خصوصی اِختیارات سے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ اکیلے کی گواہی دو مردوں کے برابر قرار دی۔

[دلیل:۵]

{عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ جَمَعَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآئَ بِالْمُزْدَلِفَةِ} [صحیح بخاری، کتاب المناسک، باب من جمع بینھما:۱/۲۲۷]

ترجمہ: ''حضرت ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں مقام مزدلفہ پر مغرب اور عشاء کو جمع کیا۔''

فائدہ: قرآنِ حکیم کے حکم کے مطابق ہر نماز کے لیے علیحدہ وقت مقرر ہے اور ایک وقت میں دو نمازیں نہیں پڑھ سکتے مگر حضور ﷺ نے خصوصی اِختیارات سے مقامِ مزدلفہ میں حج کے موقع پر دو نمازیں اکٹھی کرنے کا حکم دیا۔

ق حاضروناظر نبی ق

سوال:1: رسول اللہ ﷺ کے حاضروناظر ہونے کے بارے میں قرآن وسنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: حضور ﷺ کے حاضروناظر ہونے کے بارے میں قرآن وسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبرِ اَنور میں موجود رہ کر پوری دنیا کے اَحوال وحوادث کو اپنی ہتھیلی پر دیکھ رہے ہیں اور آپ ﷺ کا جسمِ اَصلی قبرِ اَنور میں موجود رہتا ہے اور جسمِ مثالی کے ساتھ آپ ﷺ ہر مومن وکافر کی قبر میں تشریف لاتے ہیں اور دنیا بھر میں جہاں چاہیں، آپ اپنے غلاموں کو زیارت سے نوازنے کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔

سوال:2: رسول اکرم ﷺ کے حاضروناظر ہونے کے بارے میں قرآن سے چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے 3 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل:1]

{یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا} [الاحزاب:۴۵، پ:۲۲]

ترجمہ: ''اے غیب کی خبریں بتانے والے! بے شک ہم نے تم کو حاضروناظر، خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔''

فائدہ: اس آیت کریمہ میں موجود لفظ [شاھد] کا معنی ہے حاضروناظر تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ حاضروناظر ہیں۔

[دلیل:۲]

{اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ}[الفیل:۱،پ:۳۰]

ترجمہ: ”اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔“

فائدہ: یہ آیت کریمہ اور اِس کے علاوہ کئی اور آیات میں یہی انداز ہے کہ اے محبوب! کیا تم نے نہیں دیکھا، اب ہاتھی والا واقعہ اور قوم عاد وغیرہ کے واقعات حضور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے کے ہیں مگر رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ نے اُن کو دیکھا ہے تو یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ جو اُس وقت بھی نبوت کے نور سے منور تھے، آپ ﷺ سارے واقعات دیکھ رہے تھے جو آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

[دلیل:۳]

{فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا}

ترجمہ: ”پس کیسا ہوگا جب ہم ہر اُمت پر ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب! تم کو اُن سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ [النساء:۴۱،پ:۵]

فائدہ: جب قیامت کے دن دیگر اَنبیاءِ کرام کی اُمتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے رسولوں نے پیغام نہیں پہنچائے تو اَنبیاءِ کرام عرض کریں گے کہ ہم نے اِن تک اَحکامِ نبوت پہنچادیئے تھے اور وہ اپنی گواہی کیلئے اُمتِ مصطفیٰ کو پیش کریں گے، اُن کی گواہی پر اِعتراض ہوگا کہ تم نے اُن نبیوں کا زمانہ نہیں پایا تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو؟ یہ عرض کریں گے کہ ہمیں ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ نے بتایا تھا، تب حضور ﷺ سے گواہی لی جائے گی۔

اب اگر حضور ﷺ نے گذشتہ انبیاءِ کرام کی تبلیغ اور آئندہ اپنی اُمت کے حالات کو خود اپنی آنکھوں سے نہ ملاحظہ کیا ہوتا تو آپ کی گواہی پر بھی اِعتراض ہوتا جیسا کہ حضور ﷺ کے اُمتیوں کی گواہی پر اِعتراض ہوا، تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی گواہی دیکھی اور سنی ہوئی تھی، اِسی لئے قبول کرلی گئی تو یہ حضور ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

سوال:3: رَسولِ اَکرم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے پر چند اَحادیثِ مبارکہ پیش کریں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 4 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل:۱]

{عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنِّیْ فَرَطٌ لَکُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ} [صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی الشہید: ۱/۱۷۹]

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! میں ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔''

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک میں حضور ﷺ نے اپنے بارے فرمایا کہ میں شہید [گواہ] ہوں اور گواہی وہی دے سکتا ہے جو واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تو یہ حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ ؓ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ: هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی، قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنِّیْ لَاَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطَرِ}

[صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب اثم من کاد: ۱/۲۵۲، مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن: ۴۶۲]

ترجمہ: ''حضرت اُسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، کیا تم بھی وہ دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔''

فائدہ: اِس حدیثِ پاک سے بھی یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ رسول اکرم ﷺ مستقبل کے تمام واقعات کو دیکھتے ہیں جو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی دلیل ہے۔

[دلیل: ۳]

{عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ شَیْئٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُهٗ اِلَّا رَاَیْتُهٗ فِیْ مَقَامِیْ حَتَّی الْجَنَّةِ وَالنَّارِ} [صحیح البخاری: کتاب العلم، باب من اجاب الفتیا: ۱/۱۸]

ترجمہ: ''حضرت اَسماء بنت اَبی بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو مگر میں نے اپنے مقام پر اُس کو دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

فائدہ: اِس حدیث مبارک سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور ﷺ تمام اَحوال و واقعات کو دیکھ

رہے ہیں جو آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

[دلیل: ۴]

{ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَعٰی زَیْدًا وَّجَعْفَرَ وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ: اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ، ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرُ فَاُصِیْبَ، ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَّاحَةَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ اِلٰی حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَةَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ یَعْنِیْ خَالِدَابْنَ الْوَلِیْدِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ} [صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ موتہ: ۲/۶۱۱]

ترجمہ: ''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رَسولِ اَکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ ،حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت اِبنِ رَوّاحہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر لوگوں تک اُن کے آنے سے پہلے دی، پس فرمایا کہ اب جھنڈا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور وہ شہید ہو گئے، پھر جھنڈا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا، پس وہ بھی شہید ہو گئے، پھر جھنڈا حضرت اِبنِ رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا، پس وہ بھی شہید ہو گئے اور پھر حضور ﷺ کی آنکھیں اَشکبار ہو گئیں، یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لیا یہاں تک کہ اَللہ تعالیٰ نے اِن کو فتح دے دی۔''

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ مقامِ موتہ جو کہ مدینہ منورہ سے بہت ہی دور تھا، وہاں جو کچھ ہو رہا تھا، اُس کو حضور ﷺ نے مدینہ سے دیکھ لیا جو آپ کے حاضر وناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ق نور و بشر ق

سوال:1: رَسولِ اَکرم ﷺ کے نور و بشر کے بارے میں قرآن وسُنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: رَسولِ اَکرم ﷺ نور اور بشر دونوں ہیں اور اِن دونوں میں کوئی منافات نہیں ،فرق صرف یہ ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ کی بشریت کا منکر کافر ہے جبکہ نورانیت کا منکر گمراہ اور بددین ہے لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ رَسولِ اَکرم ﷺ کے بشر ہونے کے باوجود اُمتی کے لیے صرف بشر کہہ کر پکارنا بے اَدبی اور گستاخی ہے جبکہ نُور کہہ کر پکارنا محبتِ رسول واَدبِ رسول ہے۔

سوال:2: حضور ﷺ کے نُور ہونے پر قرآن حکیم سے کوئی دلیل پیش کریں؟

جواب: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ} [المائدہ:۱۵]

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نُور اور کھلی کتاب آئی۔''

فائدہ: اِس آیت کریمہ کے تحت تفسیر ابن عباس، تفسیر کبیر، تفسیر طبری، تفسیر جلالین اور تفسیر روح المعانی وغیرہ کثیر معتبر تفاسیر میں یہ موجود ہے کہ یہاں نور سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مُبارک مُراد ہے۔

[تفسیر ابن عباس:۱/۸۲]، [تفسیر کبیر:۶/۱۸۹]، [تفسیر طبری:۶/۱۰۴]، [تفسیر جلالین:۹۷]، [تفسیر روح المعانی:۴/۹۸]

سوال:3: حضور نبی کریم ﷺ کے نور ہونے پر چند احادیث مبارکہ پیش کریں؟

جواب: اَحادیث مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل:۱]

{عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ ؓ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اَوَّلِ شَیْئٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی؟ فَقَالَ ھُوَ نُوْرُ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ خَلَقَہُ اللّٰہُ} [اسنادہ صحیح]

ترجمہ: حضرت امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں حضرت معمر سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن المنکدر سے اور وہ روایت کرتے ہیں حضرت جابر ؓ سے اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اَللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جابر! اَللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو (سب سے پہلے) پیدا فرمایا۔ [مصنف عبدالرزاق:۶۳]

فائدہ: اِس حدیث کو امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ کے اُستاذ امام عبدالرزاق ؒ نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کیونکہ اِس حدیث کے تمام راوی صحیح، ثقہ اور قابلِ اِعتماد ہیں۔

[دلیل:۲]

{عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ مَالِکٍ ؒ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ دَائِمًا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ} [اسنادہ صحیح] [مصنف عبدالرزاق:۵۹]

ترجمہ: حضرت امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی حضرت ابن عیینہ نے اور وہ حضرت مالک ؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام مالک ؒ ہمیشہ یہ درود پڑھا کرتے تھے، اے اللہ! تو رحمتیں نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر، جن کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا۔

فائدہ: اِس روایت کو امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ کے استاذ امام عبدالرزاق ؒ نے اپنی

کتاب مصنف عبدالرزاق میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اِس روایت کے بھی تمام راوی صحیح، ثقہ اور قابلِ اِعتماد ہیں۔

[دلیل:۳]

{ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مُعَمَّرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِعَيْنِيَّ هَاتَيْنِ وَكَانَ نُوْرًا كُلَّهُ بَلْ نُوْرًا مِّنْ نُوْرِ اللّٰهِ }[اسنادہ صحیح] [مصنف عبدالرزاق ۶۲:]

ترجمہ: حضرت امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں حضرت معمر سے، وہ روایت کرتے ہیں امام زہری سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت سالم ؓ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی اپنی ظاہری دونوں آنکھوں کے ساتھ زیارت کی تو آپ ﷺ نور تھے بلکہ آپ تو نورٌ من نور اللہ تھے۔

فائدہ: اِس حدیثِ پاک کو بھی امام بخاری ؓ اور امام مسلم ؓ کے اُستاذ امام عبدالرزاق ؓ نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کیونکہ اِس حدیث کے بھی تمام راوی صحیح، ثقہ اور قابلِ اِعتماد ہیں۔

ق مزاراتِ اَولیاء پر حاضری ق

سوال:1: اَولیاءِ کرام وصالحین عظام کے مزارات اور اِن کی قبور پر حاضری دینے کا کیا شرعی حکم ہے؟

جواب: اَنبیاءِ کرام اور اَولیاءِ عظام کی قبور کی زیارت کرنا اور اِس مقصد کیلئے سفر کرنا ایک مستحب عمل ہے علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ شروعِ اِسلام میں زیارتِ قبور سے منع کیا گیا تھا مگر بعد میں حضور ﷺ نے اِس حکم کو منسوخ قرار دے کر زیارتِ قبور کی اِجازت عنائیت فرمادی تھی۔

سوال:2: زیارتِ قبور کے مستحب ہونے پر کیا دلائل ہیں؟

جواب: زیارتِ قبور پر 2 اَحادیثِ مبارکہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل:۱]

{عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تَرِقُّ الْقَلْبَ وَتَدْمَعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ}

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی الذہاب الی زیارۃ القبور: ۱/ ۳۱۴، بیہقی فی شعب الایمان: ۱۵/۷]

ترجمہ: "رسولِ پاک ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے روکا تھا، پس اب تم اُن کی زیارت کیا کرو، کیونکہ زیارتِ قبور دلوں کو نرم، آنکھوں کو پرنم اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔"

[دلیل: ۲]

{عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ الْبَقِيْعِ الْغَرْقَدِ}

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی التسلیم علی اہل القبور: ۱/ ۳۱۳]

ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع شریف (مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان) کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے مومن قوم کے گھر والوں! تم پر سلام ہو، کل تمہارے پاس وہ (اجر وثواب) آجائے گا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور بے شک ہم بھی اِنشاء اللہ! تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع غرقد یعنی جنت البقیع والوں کی مغفرت فرما۔"

فائدہ: گذشتہ اَحادیثِ مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زیارۃِ قبور کرنے سے حضور ﷺ نے پہلے منع فرمایا تھا مگر بعد میں خود اِجازت بھی عنائیت فرمادی اور عملی طور پر خود حضور ﷺ بھی زیارۃِ قبور کیلئے جنت البقیع تشریف لے جایا کرتے تھے جو اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ اَنبیاءِ کرام واَولیاءِ عظام کی قبور کی زیارت کیلئے جانا حضور ﷺ کا عملی طریقہ ہے جو کم از کم ایک مستحب عمل ہوگا۔

ق انگوٹھے چومنے کا حکم ق

سوال:1: حضور ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومنے کے بارے قرآن وسنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن وسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا اِسمِ گرامی سن کر انگوٹھے چومنا ایک مستحب عمل ہے، یہ کوئی واجب یا فرض نہیں بلکہ یہ ایک محبوب ومستحب عمل ہے جو حضور ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔

سوال:2: اِس عقیدے پر کیا شرعی دلیل ہے؟

جواب: اِس عقیدے پر تین دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل:1]

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تو آپ کو حضور ﷺ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا، پس اَللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ وہ تیری نسل میں سے ہے اور آخری زمانے میں ظاہر ہوگا، پس حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ سے ملاقات کا سوال کیا تو اَللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اور اَللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی میں نورِ محمدی ڈال دیا، پس آپ نے اُس نور پاک کی پاکی بیان کی اور ایک روایت میں ہے کہ اَللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے جمال کو آپ کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں آئینہ کی طرح ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور آنکھوں پر لگایا۔

[تفسیر روح البیان:۷/۲۲۹]

فائدہ: اِس تفسیری عبارت سے پتہ چلا کہ انگوٹھے چومنا ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی سنتِ مبارک ہے جو رسولِ اَکرم ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔

[دلیل:۲]

حضرت علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ اَذان میں پہلی شہادت کے سننے کے وقت یہ کہنا مستحب ہے [**صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ**] اور دوسری شہادت کے وقت انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر لگا کر یہ کہنا مستحب ہے: [**قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ**] "یارسول اللہ! آپ کی بدولت میری آنکھیں ٹھنڈی ہیں، پھر اس کے بعد کہے: [**اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ**] "اے اللہ! مجھے کانوں اور آنکھوں سے نفع عطا فرما، ایسا کرنے والے کیلئے حضور ﷺ جنت میں جانے کی قیادت فرمائیں گے۔

[فتاوی شامی :باب الاذان:۱/ ۲۹۳]

فائدہ: اِس روایت سے معلوم ہوا کہ انگوٹھے چومنا فقہ حنفی کے بہت بڑے اِمام علامہ شامی کے فرمان کے مطابق ایک مستحب عمل ہے۔

[دلیل:۳]

امام دیلمی نے "الفردوس" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ جب اُنہوں نے

مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنا: "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو انہوں نے یہی کلمات دہرائے اور شہادت کی دونوں انگلیوں کے پوروں کے پیٹ کو بوسہ دیا اور انہیں آنکھوں سے لگایا، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِىْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِىْ] "جس نے وہ کام کیا جو میرے خلیل نے کیا تو اُس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔"

[ذکر السخاوی فی المقاصد الحسنۃ عن الدیلمی: ۳۸۴، حدیث نمبر: ۱۰۲۱]

فائدہ: اِس روایت سے بھی پتہ چلا کہ انگوٹھے چومنا صحابی رسول حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی سنت ہے اور محبتِ رسول کی علامت ہے۔

فائدہ: اگرچہ انگوٹھے چومنے والی روایات ضعیف ہیں لیکن تمام محدثین کا اِس بات پر اِتفاق ہے کہ فضائل واَعمال میں ضعیف حدیث معتبر اور قابلِ حجت ہے۔

ق اَذان سے پہلے اور بعد میں دُرود وسلام پڑھنا ق

سوال:1: اَذان سے پہلے اور بعد میں دُرود وسلام پڑھنے کے بارے قرآن وسنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن وسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اَذان سے پہلے اور بعد میں دُرود وسلام پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ ایک مستحب عمل ہے۔

سوال:2: اِس عقیدہ پر قرآن پاک سے دلیل پیش کریں؟

جواب: اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

{اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا}

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اُس نبی پر رحمتیں بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔" [سورۃ احزاب: ۵۶]

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اَذان کے ساتھ دُرودِ پاک پڑھنا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے کیونکہ مسلمانوں کو حکم یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے نبی پر دُرود بھیجو اور قرآنِ حکیم نے اِس کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا، لہٰذا فرضی عبادات کے علاوہ تمام فارغ اَوقات میں حضور ﷺ پر دُرود پڑھنا جائز ہے اور اَذان

سے پہلے اور بعد بھی اُن اَوقات جائزہ میں شامل ہے۔

سوال:2: اَحادیث مبارکہ میں سے اَذان سے پہلے و بعد دُرود پاک پڑھنے پر کوئی دلیل پیش کریں؟

جواب: اَحادیث مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل:۱]

{عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ ،فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلَاتِیْ؟ قَالَ ﷺ: مَا شِئْتَ ، قُلْتُ: الرُّبُعَ؟ قَالَ ﷺ: مَا شِئْتَ ، فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ ، قُلْتُ: فَالنِّصْفَ ؟ قَالَ ﷺ: مَا شِئْتَ وَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ ، قُلْتُ: فَالثُّلُثَیْنِ ؟ قَالَ ﷺ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ ، قُلْتُ: اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا ، قَالَ ﷺ: اِذًا تُکْفٰی ھَمَّکَ وَیُغْفَرُ ذَنْبُکَ}

[جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی صفۃ الحوض: ۲/۶۸]

ترجمہ: ''حضرت اُبی بن کعب ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود پاک بھیجتا ہوں، پس میں کتنا وقت آپ پر درود پاک کیلئے مقرر کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا وقت تم چاہو مقرر کرلو، پس میں نے عرض کیا کہ میں چوتھائی حصہ مقرر کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو (مقرر کرلو) البتہ اگر زیادہ وقت کرلو گے تو بہتر ہوگا، تو میں نے عرض کی کہ کیا نصف حصہ مقرر کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو (مقرر کرلو) البتہ اگر زیادہ وقت مقرر کرو گے تو بہتر ہوگا، تو میں نے عرض کیا کہ کیا میں دو تہائی حصہ مقرر کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو (مقرر کرلو) البتہ اگر زیادہ وقت مقرر کرو گے تو بہتر ہوگا، تو میں نے عرض کیا کہ کیا میں تمام وقت آپ پر درود پاک بھیجوں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تب یہ تمہارا غم دور کردے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

فائدہ: اِس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ فراغت کے تمام اَوقات میں درود پاک پڑھنا خود حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے اور اِس عمل پر حضرت اُبی بن کعب کو یہ خوشخبری دی کہ یہ عمل تمہارے غموں کو ختم کرنے اور گناہوں کی بخشش کا سامان ہوگا، تو اذان سے پہلے اور بعد کا وقت بھی فراغت کا وقت ہے، لہذا اِس میں بھی رسولِ اَکرم ﷺ پر درود پاک پڑھنا آپ کو پسند ہے اور جو عمل حضور ﷺ کو پسند ہو، وہ کم از کم مستحب کا درجہ رکھتا ہے، لہذا اَذان سے پہلے اور بعد میں درود پاک پڑھنا ایک مستحب عمل ہوا۔

[دلیل:۲]

{ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ امْرَأَةٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ كَانَ بَيْتِيْ مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ كَانَ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِيْ بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى ثُمَّ قَالَ: [اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ أَنْ يُّقِيْمُوْا دِيْنَكَ] قَالَتْ ثُمَّ يُؤَذِّنُ قَالَتْ وَاللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَّاحِدَةً يَعْنِيْ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ }

[سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الاذان فوق المنارۃ: ۱/ ۸۴]

ترجمہ: "حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد کے اردگرد گھروں میں سے اونچا تھا، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُس پر کھڑے ہوکر فجر کی اذان دیا کرتے تھے، پس آپ سحری کے وقت تشریف لاتے تو گھر کے اوپر بیٹھ کر فجر کا اِنتظار کرتے، پس جب وہ فجر میں کچھ طویل وقت دیکھتے تو یہ الفاظ کہتے تھے: "اے اللہ! میں تیری حمد کرتا ہوں اور میں تجھ سے قریش کے بارے مدد طلب کرتا ہوں کہ وہ اپنے دین پر قائم رہیں" راویہ فرماتی ہیں کہ پھر حضرت بلال اذان دیتے (یعنی ان کلمات کو ادا کرنے کے بعد)، راویہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اِن کلمات کو ایک رات بھی چھوڑا ہو (یعنی آپ روزانہ بلا ناغہ یہ کلمات اذان سے پہلے کہتے تھے)۔"

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا معمول مبارک تھا کہ وہ روزانہ اَذان سے پہلے اللہ کی حمد کرتے اور قریش کے لئے اِستقامتِ دین کی دُعا کرتے حالانکہ قرآن وسنت میں کہیں بھی اِس کا حکم نہیں دیا گیا تو اِس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ جب اَذان سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک اچھا عمل اپنی طرف سے اِختیار کرسکتے ہیں تو پھر دُرودِ پاک جیسا اچھا عمل ہم اِختیار کرلیں تو یہ کیسے برا ہوگا؟

[دلیل: ۳]

{ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا }

[سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب مایقول اذا سمعتم المؤذن: ۱/ ۸۴]

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن سے اَذان سنو تو تم بھی اِس کی مثل اَلفاظ کہو، پھر تم مجھ پر درود پاک پڑھو

کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اُذان کے بعد درودِ پاک پڑھنے کا خود حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہے اور حضور ﷺ کے حکم سے کم از کم مستحب تو ضرور ثابت ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اُذان کے بعد درودِ پاک پڑھنا مستحب ومحبوب عمل ہے۔

[دلیل : ۴]

اُذان کا معنی ہے اِطلاع دینا اور لوگوں کو نماز کی طرف بلانا جبکہ نماز خود صلوۃ وسلام پر مشتمل ہے تو جب نماز میں صلوۃ وسلام جائز ہے تو نماز سے باہر کون سی ممانعت ہے، صلوۃ وسلام کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ دن رات کی ہر گھڑی میں مستحب ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں۔

{وَمُسْتَحَبَّةٌ فِیْ کُلِّ اَوْقَاتِ الْاِمْکَانِ} [فتاویٰ شامی، کتاب الصلوۃ: ۲/ ۲۸۱]

ترجمہ: ''اور درودِ پاک تمام جائز اوقات میں پڑھنا مستحب ہے۔''

ق گیارہویں، ختم پاک، تیجا اور چالیسواں ق

سوال:1: ختم پاک، گیارہویں شریف، فاتحہ شریف، تیجا اور چالیسواں وغیرہ کے بارے قرآن وسنت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعتِ اِسلامیہ کے نزدیک اِن تمام اُمور کی اَصل اِیصالِ ثواب ہے جو کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہے، لہٰذا مذکورہ تمام اَعمال بھی شریعت کے نزدیک جائز بلکہ مستحب عمل ہیں کہ اِن سب صورتوں میں فوت شدگان کو اِیصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔

سوال:2: اِن مذکورہ اَفعال واَعمال کے مستحب وجائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ تمام اُمور چند چیزوں سے مرکب ہیں: (۱): اِیصالِ ثواب (۲): کھانے وغیرہ پر قرآنِ پاک پڑھنا (۳): ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا (۴): ختم وغیرہ کیلئے کوئی دن مقرر کرنا (۴): اِن اُمور کے ثواب کو کسی بزرگ یا عزیز رشتہ دار کی طرف منسوب کرنا مثلاً یہ کہنا کہ یہ میرے والد محترم کے اِیصالِ ثواب کا ختم ہے یا یہ غوثِ پاک کی گیارہویں ہے۔

اَب مذکورہ تمام اُمور علیحدہ علیحدہ قرآن وسنت سے جائز ومستحب عمل ثابت شدہ ہیں تو اِن کا مجموعہ

بھی جائز عمل ہوگا۔

سوال: کھانے وغیرہ کے اوپر قرآن پاک وغیرہ پڑھنے کی کیا شرعی دلیل ہے؟

جواب: کھانے کے اُوپر قرآن پاک وغیرہ پڑھنے پر 3 دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

[دلیل : ۱]

{فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ} [الانعام:۱۱۸، پارہ:۸]

ترجمہ: ”تو کھاؤ اُس میں سے جس پر اَللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اُس کی آیتیں مانتے ہو۔“

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول تو خاص ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت اَللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو تو اُسے کھالو کہ وہ حلال ہے، بشرطیکہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو لیکن اِس آیتِ کریمہ کا حکم عام ہے کہ جس پاکیزہ چیز پر بھی اَللہ تعالیٰ کا اِسمِ گرامی لے لیا گیا ہو تو اُس کا کھانا جائز ہوگا اور وہ چیز پاکیزہ ہوگی۔

لہٰذا تیجا، دسواں، چالیسواں، سالانہ، گیارہویں شریف اور بارہویں شریف وغیرہ کے کھانے جائز ہوئے کیونکہ اِن سب پر قرآنِ پاک کی تلاوت اور دُرود وسلام پڑھا جاتا ہے تو قرآنِ □ پاک پڑھنے سے کوئی بھی چیز حرام نہیں ہوتی، لہٰذا جو اِن حلال چیزوں کو حرام کہے تو وہ قرآنِ پاک پر زیادتی کرنے والا ہے۔

[دلیل : ۲]

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص رَسولِ اَکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اُس کے گھر کی ہر شئی سے برکت ختم ہوگئی ہے تو رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

{اَيْنَ اَنْتَ مِنْ اٰيَةِ الْكُرْسِيِّ؟ مَا تَلَيْتَ عَلٰى طَعَامٍ وَّلَا اِدَامٍ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ بَرَكَ فِيْ ذٰلِكَ الطَّعَامِ وَالْاَدَامِ} [تفسیر درمنثور:۱/۸۳۴]

ترجمہ: ” تُو آیت الکرسی سے کہاں غافل رہا؟ تُو جس کھانے اور سالن پر آیت الکرسی پڑھے گا، اَللہ تعالیٰ اُس کھانے اور سالن میں برکت ڈال دے گا۔“

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر اُس پر قرآنِ پاک پڑھنا ایک جائز اَمر ہے، خود حضور ﷺ نے اِس کا حکم دیا ہے، لہٰذا ایسے کھانے کو حرام کہنا حضور ﷺ کے حکم کی نافرمانی ہے۔

[دلیل : ۳]

حضرت اَنس ﷛ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو میری والدہ (حضرت اُمِ سلیم) نے کچھ کھانا بطورِ تحفہ پکایا اور میرے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ یہ عرض

کیا کہ حضور ﷺ کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اِس موقع پر یہی جو کچھ ہے، اِسے قبول فرمالیجئے گا، پس میں وہ کھانا لے کر آپ کے پاس پہنچا اور والدہ کا سلام و پیغام عرض کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اَنس! اِسے رکھ دو اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ، میں بلاتا گیا یہاں تک کہ تین سو آدمی جمع ہوگئے، پھر میں نے دیکھا کہ

{وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى تِلْكَ الْحِيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِمَا شَآءَ اللّٰهُ}

ترجمہ: ''پس آپ ﷺ نے اُس کھانے پر اپنا دست مبارک رکھا اور اَللہ نے جو چاہا، آپ نے پڑھا۔''

بس پھر کیا تھا کہ وہ کھانا اِس قدر برکت والا ہوگیا کہ سب لوگ شکم سیر ہوگئے، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جو باقی ہے، وہ لے جاؤ، پس میں نے جب اُس بقیہ کھانے کو دیکھا تو میں اَندازہ نہ کرسکا کہ جو میں لایا تھا، وہ زیادہ تھا یا یہ زیادہ ہے جو حضور ﷺ نے مجھے عطاء کیا۔''

[صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الہدیۃ للعروس: ۷۷۶/۲، مشکوۃ المصابیح، باب فی المعجزات: ۵۳۹]

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے کھانا سامنے رکھ کر قرآن پاک وغیرہ پڑھا اور دُعاءِ برکت کی جس سے کھانے میں برکت پڑگئی، لہٰذا ختم پاک کے وقت کھانا سامنے رکھ کر قرآن کی تلاوت کرنا حضور ﷺ کے طریقے سے ثابت ہے اور باعثِ برکت ہے۔

سوال: کھانے سے پہلے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے پر کیا دلیل شرعی ہے؟

جواب: ایک حدیث مبارک بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ ثُمَّ رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى اٰلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ، ثُمَّ اَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنَ الطَّعَامِ}

[سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان: ۳۵۸/۲]

ترجمہ: ''حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پھر رَسولِ اَکرم ﷺ نے مبارک ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی: اے اَللہ! سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو رحمت اور برکت عطا فرما، اِس کے بعد رَسولِ اَکرم ﷺ نے کھانا تناول فرمایا۔''

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا حضور ﷺ کی سنتِ مبارک ہے۔

سوال: ختم و گیارہویں شریف وغیرہ کیلئے دن مقرر کرنے پر کیا شرعی دلیل ہے؟

جواب: کسی بھی نیک کام کیلئے دن مقرر کرنا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے سے ثابت ہے۔

[دلیل: ۱]

{عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءَ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَّرَاكِبًا وَّكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ}

[صحیح بخاری: کتاب فضل الصلوۃ، باب مسجد قباء: ۱/۱۵۹ (۱۱۹۳)، مشکوۃ المصابیح: باب المساجد، الفصل الاول: ۶۸]

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہر ہفتہ کو کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا کرتے تھے۔“

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ کسی بھی عبادت کیلئے دن مقرر کرنا رَسولِ اَکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنتِ مبارک ہے۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ}

[صحیح بخاری: کتاب العلم، باب ما کان النبی یتخولہم: ۱/۱۶، مشکوۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، الفصل الاول: ۳۳]

ترجمہ: ”حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔“

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ نیک کاموں کیلئے دن مقرر کرنا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی سنتِ مبارکہ ہے۔

سوال: اِیصالِ ثواب کے ثبوت پر کوئی شرعی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِنَّ اَبِیْ مَاتَ وَتَرَكَ وَلَمْ يُوْصِ فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ اِنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهُ قَالَ: نَعَمْ!} [صحیح مسلم: باب وصول ثواب الصدقات الی المیت: ۲/۴۱]

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رَسولِ اَکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اُس نے کچھ مالِ ترکہ چھوڑا ہے اور اُس نے وصیت بھی نہیں کی، تو اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اُن کے گناہ بخش دیئے جائیں گے تو اِرشاد فرمایا کہ ہاں!

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ میت کو اِیصالِ ثواب کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے اور حضور ﷺ نے اِس سے منع نہیں فرمایا۔

[دلیل:۲]

{ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اَنّٰی لِیْ هٰذِهٖ؟ فَیَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ }

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ اَللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک نیک بندے کا درجہ بلند فرمایا تو اُس نے عرض کیا: اے میرے رب! میرا یہ درجہ کیونکر بلند ہوا؟ تو اِرشاد فرمایا کہ تیرے بیٹے کی تیرے لئے دُعاءِ بخشش کی وجہ سے۔''

[مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسند امام احمد، باب الاستغفار، الفصل الثالث :۲۰۵]

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوا کہ کسی نیک بندے یا بزرگ کیلئے دُعاءِ بخشش کی جائے تو اُس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔

[دلیل:۳]

{ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا اَلْحِقَتْهُ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَآءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاَنَّ هَدِیَّةَ الْاَحْیَآءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ } [مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بیہقی، کتاب الاستغفار، الفصل الثالث:۲۰۶]

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ رَسولِ پاک ﷺ نے فرمایا کہ میت کی حالت قبر میں سمندر میں ڈوبنے والے شخص کی طرح ہے جو غوطے کھا رہا ہو، وہ میت اُس دُعا کا اِنتظار کرتی ہے جو اُس کو اُس کے باپ، ماں، بھائی اور دوست کی طرف سے پہنچے، پس جب وہ دُعاءِ اِستغفار اُس میت کے پاس پہنچتی ہے تو وہ (دُعاءِ استغفار) اُس کے نزدیک دنیا اور اِس کی تمام دولت سے بڑھ کر محبوب ہوتی ہے اور بے شک اَللہ تعالیٰ زمین والوں کی دُعا سے قبر والوں پر پہاڑوں کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اور بے شک زندوں کی طرف سے مردوں کیلئے بہترین تحفہ دُعاءِ اِستغفار ہے۔''

فائدہ: اِس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو اِستغفار اور اِیصالِ ثواب کی وجہ سے بخش دیا جاتا ہے اور اُس کی نیکیوں میں بھی اِضافہ ہوتا ہے۔

سوال: ایصالِ ثواب کوغیر اللہ کی طرف منسوب کرنے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: اِس پر ایک حدیث مبارک بطور دلیل پیش کی جاتی ہے۔

{ عَنْ سَعْدٍ ﷺ اَنَّهُ سَأَلَ النَّبِیﷺ وَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ! اِنَّ اُمِّیْ اُفْتُلِتَتْ وَاَعْلَمُ اَنَّهَا لَوْ عَاشَتْ لَتَصَدَّقَتْ ، اَفَاِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا یَنْفَعُهَا ذٰلِکَ؟ قَالَﷺ نَعَمْ ! فَسَأَلَ النَّبِیَّ اَیُّ صَدَقَةٍ اَنْفَعُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَﷺ اَلْمَآءُ ، فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ}

[سنن ابی داود: کتاب الزکوۃ، باب فی فضل سقی الماء: ۱/۲۳۶، سنن نسائی: کتاب الوصایا، باب فضل الصدقۃ عن المیت: ۲/۱۲۴، طبرانی فی معجم الکبیر: ۲/۲۱ (رقم الحدیث: ۵۳۸۳)]

ترجمہ: ''حضرت سعد ﷺ عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! بے شک میری والدہ اچانک انتقال فرما گئی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اگر وہ زندہ رہتی تو وہ ضرور صدقہ کرتیں، پس اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں تو اُنہیں اِس کا فائدہ ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں! پھر پوچھا کہ یارسول اللہ! کون سا صدقہ زیادہ نفع بخش ہے؟ فرمایا کہ پانی، پس آپ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ اُم سعد کیلئے ہے۔''

فائدہ: اِس حدیث مبارک سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ ایصالِ ثواب کی چیز کوغیر اللہ کی طرف منسوب کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے اور یہ کوئی شرک وغیرہ نہیں ہے۔

ق نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا ق

سوال:1: فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا کیا شرعی حکم ہے؟

جواب: قرآن وسنت کی روشنی میں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز و مستحسن ہے۔

سوال:2: ذکر بالجہر پر قرآن مجید سے کوئی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: اِرشاد باری تعالیٰ ہے : **{فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ}** [النساء: ۱۰۳]

ترجمہ: ''پھر جب تم نماز پڑھ لوتو فوراً اللہ کو یاد کرو۔''

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد اللہ کو یاد کرنا جائز ہے، چاہے آہستہ آواز سے ہو یا بلند آواز سے۔

سوال:3: ذکر بالجہر پر اَحادیثِ مبارکہ سے کوئی دلیل پیش کریں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 2 اَحادیث بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زُبَیْرٍ ﷺ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلَاتِہٖ یَقُوْلُ بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ}

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم ﷺ جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے لاالہ الا اللہ۔۔۔۔۔۔آخر تک۔"

[مشکوۃ المصابیح بحوالہ صحیح مسلم، باب الذکر بعد الصلوۃ، الفصل الثالث:۸۸]

فائدہ: اِس حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف کا ذکر کرنا رسولِ پاک ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ ﷺ} [صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الذکر بعد الدعا: ۱/ ۲۱۷]

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک فرض نماز سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر کرنا حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں جاری تھا۔"

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے مکمل طور پر واضح ہوا کہ ذکر بالجہر نمازِ فرض کے بعد حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی سنتِ مبارکہ ہے۔

ق رفعِ یدین ق

سوال:1: قرآن وسُنت کی روشنی میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت دونوں ہاتھ اُٹھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: فقہ حنفی کے مُطابق یہ رفع یدین کرنا خلافِ سنت ہے کیونکہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

سوال:2: رفع یدین نہ کرنے پر چند دلائل پیش کریں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ : اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ مَرَّۃٍ وَاحِدَۃٍ} وَقَالَ التِّرْمَذِیُّ: حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ:

ترجمہ: ''حضرت علقمہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سامنے حضور ﷺ کی نماز نہ پڑھوں؟ پس آپ نے نماز پڑھی، پس اُس میں سوائے تکبیرِ تحریمہ کے کہیں بھی ہاتھ نہ اُٹھائے۔''

''اِمام ترمذی ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ کی یہ حدیث حسن ہے۔''

[ترمذی، ابواب الصلوۃ، باب رفع الیدین: ۱/۵۹، سنن ابی داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع: ۱/۱۱۶]

فائدہ: یہ حدیث چند وجوہ سے اِنتہائی قوی اور قابلِ حجت ہے۔ **(i):** اِس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ صحابہ کرام میں سے فقیہ عالم تھے۔ **(ii):** آپ نے جماعتِ صحابہ کے سامنے حضور ﷺ کی نماز پیش کی اور کسی صحابی نے اِس طریقے کا اِنکار نہ کیا تو اگر رفعِ یدین صحابہ کے سامنے مُروج ہوتا تو صحابہ کرام ضرور اِس پر اِعتراض کرتے۔ **(iii):** اِمام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے۔ **(iv):** اِمام ترمذی نے فرمایا ہے کہ بہت علماء صحابہ و تابعین رفع یدین نہ کرتے تھے۔ **(v):** حضرت اِمام ابوحنیفہ جیسے تابعی و مجتہد شخص نے اِس حدیث کو قبول کیا اور اِس پر عمل فرمایا۔

[دلیل: ۲]

{عَنِ الْبَرَّآءِ ابْنِ عَازِبٍ ﷺ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنْ اُذُنَیْہِ، ثُمَّ لَا یَعُوْدُ} [سنن ابی داوٗد: ۱/۱۱۶]

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب ﷺ روایت کرتے ہیں کہ بے شک رَسولِ اَکرم ﷺ جب بھی نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اُٹھاتے اور پھر یہ عمل (رفع یدین) نہ دُہراتے۔''

فائدہ: اِس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ رَسولِ اَکرم ﷺ اور صحابۂ کرام کا طریقہ تھا کہ وہ رکوع و سجود میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

[دلیل: ۳]

اِمام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت مغیرہ ﷛ سے روایت کی کہ میں نے ابراہیم نخعی ﷛ سے عرض کیا کہ حضرت وائل ﷛ نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز کے شروع، رکوع کے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے تو آپ نے جواب دیا:

{اِنْ کَانَ وَائِلُ رَاٰہُ مَرَّۃً یَفْعَلُ ذٰلِکَ فَقَدْ رَاٰہُ عَبْدُاللّٰہِ خَمْسِیْنَ مَرَّۃً لَمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ}

[شرح معانی الآثار للطحاوی: کتاب الصلوۃ، باب التکبیر للرکوع والسجود: ۱/ ۱۶۲]

ترجمہ: ''اگر حضرت وائل ﷛ نے ایک بار حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو عبداللہ بن مسعود ﷛ نے حضور ﷺ کو پچاس (۵۰) مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا ہے۔''

فائدہ: اِس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ رکوع وسجود کے وقت رفع یدین کرنا پہلے جائز تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے رفع یدین نہ کرنے کی روایات بیان کی ہیں۔

سوال:3: عدم رفع یدین پر کوئی عقلی دلیل پیش کریں؟

جواب: عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ رکوع میں رفع یدین نہ ہو کیونکہ ایک رکعت میں تین مقامات پر تکبیر کہی جاتی ہیں۔ (۱): تکبیر تحریمہ (۲): رکوع (۳): سجود

(i): تکبیر تحریمہ کے متعلق سب کا اِتفاق ہے کہ رفع یدین کریں گے۔ (ii): سجود کی تکبیروں کے بارے میں سب کا اِتفاق ہے کہ رفع یدین نہیں کریں گے، جبکہ رکوع کی تکبیر کے بارے اِختلاف ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ رکوع کی تکبیر کی مشابہت کس تکبیر کے ساتھ ہے، تکبیر تحریمہ یا سجود کے ساتھ۔

اب غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ رکوع کی تکبیر تکبیر تحریمہ کی طرح نہیں ہے کیونکہ تحریمہ فرض ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی جبکہ رکوع کی تکبیر سُنت ہے، اِس کے بغیر بھی نماز ہوجاتی ہے، لہٰذا رکوع کی تکبیر کی مشابہت سجود کی تکبیر کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی سُنت ہے اور سجود کی تکبیر کے ساتھ ہاتھ نہیں اُٹھاتے، لہٰذا اِس مشابہت کی وجہ سے رکوع میں بھی ہاتھ نہ اُٹھانا عقلی تقاضا ہے۔

ق فاتحہ خلف الامام ق

سوال:1: قرآن وسُنت کے مطابق امام کے پیچھے قرآت کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اِمام کے پیچھے جان بوجھ کر قرآت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

سوال:2: قرآن حکیم سے کوئی دلیل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے ایک آیتِ کریمہ بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ} [پارہ:۹،سورۂ اعراف:۲۰۴]

ترجمہ: ''اور جب قرآن حکیم کی تلاوت کی جائے تو اُسے کان لگا کر سُنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

فائدہ: شروعِ اِسلام میں نماز میں دنیاوی باتیں کرنا اور مقتدی کا اِمام کے پیچھے قراٴت کرنا جائز تھا، مگر **{قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ}** [پ:۲،سورۂ بقرہ:۲۳۸] کے ساتھ بات چیت کا حکم منسوخ ہوگیا۔

اور مقتدی کی قراٴت مذکورہ آیت کریمہ سے منع قرار دے دی گئی، لہٰذا اب اِمام کے پیچھے جان بوجھ کر مقتدی کا قراٴت کرنا فقہ حنفی کے مطابق مکروہ تحریمی ہے۔

سوال:3: احادیثِ مبارکہ میں سے فاتحہ خلف الامام کے منع ہونے پر دلیل پیش کریں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهٗ سَئَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ ﷺ عَنِ الْقِرَاةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ: لَا قِرَآءَةَ مَعَ الْاِمَامِ شَيْئٌ} [مسلم شریف: کتاب المساجد، باب سجود التلاوۃ:۱/۲۱۵]

ترجمہ: ''حضرت عطاء بن یسار ﷺ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے حضرت زید بن ثابت ﷺ (صحابی) سے امام کے ساتھ قراٴت کرنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے ساتھ بالکل قراٴت جائز نہیں۔

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے یہ بالکل واضح ہوا کہ امام کے پیچھے قرآت نہ کرنا صحابہ کرام کا طریقہ تھا۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ جَابِرٍ ﷺ قَالَ: مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَئْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ وَرَآءَ الْاِمَامِ} قَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

[جامع ترمذی: کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی القراۃ خلف الامام:۱/۴۲]

ترجمہ: ''حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی نماز پڑھے، پس اُس میں سورۂ فاتحہ نہ

پڑھے تو اُس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو (یعنی اُس وقت نہ پڑھے گا)۔

اِمام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اِمام کے پیچھے قرأت بالکل نہ کرے، لہٰذا امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

[دلیل:۳]

{عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا اَكْبَرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَئَ فَاَنْصِتُوْا} [صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ، باب التشہد فی الصلوۃ:۱/۱۷۴]

قَالَ الْمُسْلِمُ: فَحَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَعْنِیْ: اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا هُوَ عِنْدِیْ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اِس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اِس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو'' اِمام مسلم فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حضرت ابوہریرہ ﷺ کی حدیث [فانصتوا] والی بالکل صحیح ہے۔

فائدہ: اِس حدیثِ مبارک سے بھی واضح ہوا کہ خود حضور ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اِمام کے پیچھے قرأت نہ کرے اور اِمام مسلم نے یہ صراحت فرمادی کہ میرے نزدیک یہ حدیث بالکل صحیح ہے جو اِس بات کی دلیل ہے کہ اِمام کے پیچھے قرآت نہ کرنا ہی سنتِ مبارکہ ہے۔

سوال:4: فاتحہ خلف الامام کی ممانعت پر کوئی عقلی دلیل پیش کریں؟

جواب: عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اِمام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے، اِسلئے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے تو اُس کی رکعت ہو جاتی ہے، پس اگر مقتدی پر سورۃِ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوتی تو اُس کی یہ رکعت شمار نہیں ہونی چاہئے حالانکہ کوئی بھی اِس بات کا قائل نہیں۔

ق بیس رکعت تراویح ق

سوال:1: ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح کتنی رکعت پڑھنی چاہئے، قرآن وسُنت کا اِس کے بارے کیا حکم ہے؟

جواب: ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح کی رکعات کی تعداد اگرچہ اِبتدائے اسلام میں متعین نہیں تھی مگر امیر المومنین عمر فاروق ﷺ کے زمانہ میں تمام صحابہٴ کرام کا اِس بات پر اِجماع ہو گیا کہ 20 رکعت تراویح ہی

سُنت ہے اور با جماعت ہی سُنت ہے، 8 رکعت تراویح اِجماعِ صحابہ کے خلاف ہے اور پھر تمام تابعین، تبع تابعین، آئمہ اَربعہ اور اِن کے مقلدین اَجل اَئمہ (بڑے بڑے امام) سب کا متفق علیہ (سب کا اِتفاق کیا ہوا) عقیدہ ہے کہ تراویح 20 رکعت ہی سنت ہے اور با جماعت ہی سنت ہے۔

سوال:2: 20 رکعت تراویح کے سنت ہونے پر چند نقلی دلائل پیش کریں؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 3 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ وَاَكْثَرُ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِىَ عَنْ عَلِيٍّ وَّ عُمَرَوَغَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ هُوَ قَوْلُ سُفْيَانِ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ هٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا مَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً } [سنن ترمذی: ابواب الصیام، باب قیام شہر رمضان: ۱/۱۹]

ترجمہ: ”حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر اَہلِ علم کا اِسی پر عمل ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام سے منقول ہے یعنی 20 رکعت تراویح اور یہی سفیان ثوری اور ابن مُبارک و امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے، امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ والوں کو 20 رکعت تراویح پڑھتے ہی دیکھا ہے۔“

فائدہ: اِمام ترمذی رحمہ اللہ کی اِس روایت سے بالکل واضح ہو گیا کہ 20 رکعت تراویح پر صحابہ کرام اور اَہلِ مکہ کا اِجماع و اتفاق ہے۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ سَائِبِ ابْنِ يَزِيْدِ رضی اللہ عنہ قَالَ :كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً } [رواہ البیہقی باسناد صحیح فی باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان: ۲/۶۹۹ (۴۶۱۷)]

ترجمہ: ”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں ماہِ رمضان میں 20 رکعت تراویح پڑھنے پر سب صحابہ کرام کا اِتفاق ہو گیا۔“

فائدہ: اِمام ذہبی فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں، اِسی طرح یہ بات یاد رکھیں کہ بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اِجماع ہو چکا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے فرمایا:

{اَجْمَعَ الصَّحَابَۃُ عَلٰی اَنَّ التَّرَاوِیْحَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً} [مرقات:۳/۱۹۴]

''صحابہ کرام کا اِس پر اِجماع ہو چکا ہے کہ بیس رکعت تراویح ہوں گی۔''

[دلیل:۳]

{عَنْ یَزِیْدِبْنِ رُوْمَانٍ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ کَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً}

[مؤطا امام مالک: باب ماجاء فی قیام رمضان:۱/۷] [رواہ البیھقی باسناد صحیح فی باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شھر رمضان:۲/۶۹۹ (۴۶۱۸)]

فائدہ: مذکورہ بالا دونوں روایات سے بھی ثابت ہوا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ﷺ کے زمانہ مبارک میں 20 رکعات تراویح کے سنت ہونے پر تمام صحابہ کرام کا اِجماع واِتفاق ہو گیا جو ہمارے لئے ماننا لازم ہے اور جو صحابہ کرام کے اِجماع کو نہ مانے، وہ بددین، فاسق اور گمراہ ہے۔

سوال:3: 20 رکعت تراویح پر کوئی عقلی دلیل پیش کریں؟

جواب: تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کا معنی ہے جسم کو راحت دینا اور ترویحہ چار رکعت کے بعد آرام کو کہتے ہیں اور جمع کا لفظ کم از کم تین پر بولا جاتا ہے اب تین ترویحوں کے لیے کم از کم 16 رکعت ہونی چاہئیں لہٰذا 8 رکعت تراویح عقلی طور پر بھی ثابت نہیں ہے۔

ق آمین آہستہ کہنا ق

سوال:1: نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ یا بلند آواز سے کہنے کے بارے اسلام کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: فقہ حنفی کے مطابق ہر نماز میں چاہے امام بلند آواز سے قرأت کرے یا آہستہ، مقتدی ہو یا اکیلا ہر حالت میں آمین آہستہ کہنا سُنت ہے۔

سوال:2: قرآن حکیم سے کوئی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: قرآن حکیم سے 2 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل:۱]

{اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً} [پ:۸، سورۂ اعراف:۵۵]

ترجمہ: ''اپنے رب سے دُعا مانگو عاجزی سے اور آہستہ سے۔''

فائدہ: چونکہ امین بھی ایک دُعا ہے لہٰذا اسے بھی آہستہ کہنا چاہیے۔

[دلیل: ۲]

{وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ} [البقرہ:۱۸۶، پ۲]

ترجمہ: ''اور اے محبوب! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو بے شک میں بہت نزدیک ہوں، پس مانگنے والے کی دعائیں قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔''

فائدہ: معلوم ہوا کہ چیخ کر اور بلند آواز سے دُعا تو اُس سے کی جائے جو ہم سے دور ہو، لہذا اللہ تعالیٰ سے آہستہ آواز میں دعا کرنا ہی بہتر ہے۔

سوال:3: آہستہ آمین کہنے پر چند اَحادیث پیش کیجیے؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں سے 2 اَحادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَرَئَ [غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ] فَقَالَ آمِیْنَ وَخَفَضَ بِهٖ صَوْتَهٗ}

[سنن ترمذی: ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فی التامین: ۱/۳۴ (رقم ۲۴۸)، السنن الکبری للبیہقی: ۲/۸۳]

ترجمہ: ''حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو سنا کہ آپ نے [**غیر المغضوب علیھم**] پڑھا تو آمین کہا اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔''

فائدہ: اِس روایت کے راوی حضرت وائل بن حجر سے غیر مقلدین رفع یدین میں تو روایت کو قبول کرتے ہیں مگر آہستہ آمین کہنے میں ان کی روایت نہیں مانتے، حالانکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین آہستہ کہنا سُنتِ رسول ہے۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ [غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ] فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَآئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ}

[قال الترمذی حدیث حسن صحیح]

[صحیح بخاری: کتاب الاذان، باب جہر الماموم بالتامین: ۱/۱۰۸، سنن ترمذی: کتاب الصلوۃ، باب التامین وراء الامام: ۱/۱۴۲]

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب امام [**غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**] کہے تو تم آمین کہو، پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی تو اُس کے گذشتہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

فائدہ: اِس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ جس کی آمین فرشتوں جیسی ہوگی، اُس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور یہ بات یقینی ہے کہ فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں لہذا آہستہ آواز سے آمین کہنا ہی بہتر ہے۔

سوال:4: آمین آہستہ کہنے پر کوئی عقلی دلیل پیش کریں؟

جواب: عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے کیونکہ آمین قرآن کریم کی آیت یا کلمہ نہیں ہے، اسی لیے جبرائیلِ امین اِسے لے کر نہ آئے اور نہ ہی اِسے قرآنِ حکیم میں لکھا گیا بلکہ یہ دُعا اور ذکرُ اللہ ہے اور تمام دُعاؤں کے بارے سنت یہی ہے کہ آہستہ پڑھی جائیں، اسلئے آمین بھی آہستہ پڑھی جائے۔

ماخذ ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ
1	تفسیر درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)	ضیاء القرآن لاہور
2	تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین سیوطی وجلال الدین محلی	مکتبہ غوثیہ کراچی
3	تفسیر خازن	علامہ محمد بن ابراہیم بغدادی (۷۲۵ھ)	حسینی کتب خانہ
4	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی شافعی (۶۰۶ھ)	داراحیاء التراث العربی
5	تفسیر قرطبی	علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی (۶۶۸ھ)	بیروت لبنان
6	تفسیر طبری	علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (۳۱۱ھ)	دارالمعرفۃ بیروت
7	تفسیر ابن عباس	حضرت عبداللہ بن عباس (۶۸ھ)	مکتبہ حقانیہ
8	تفسیر کشاف	علامہ جاراللہ زمخشری (۵۳۸ھ)	قدیمی کتب خانہ
9	تفسیر بیضاوی	عبداللہ بن عمر بیضاوی (۶۸۵ھ)	دارالفراس للنشر والتوزیع
10	تفسیر روح المعانی	علامہ شہاب الدین آلوسی (۱۲۷۰ھ)	مکتبہ امدادیہ ملتان

11	صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
12	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری (۲۶۱ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
13	جامع ترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذی (۲۷۹ھ)	دار القرآن والحدیث
14	سنن ابی داؤد	امام سلیمان بن اشعث (۲۷۵ھ)	مکتبہ امدادیہ ملتان
15	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب (۳۰۳ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
16	سنن ابن ماجه	امام محمد بن یزید ابن ماجہ (۲۷۳ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
17	شعب الایمان	امام احمد بن حسین البیہقی (۴۵۷ھ)	دار الکتب العلمیۃ بیروت
18	فتاوی شامی	علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)	مکتبہ رشیدیہ
19	فتح الباری	امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)	دار السلام ریاض
20	مصنف ابن ابی شیبه	امام عبداللہ بن ابی شیبہ (۲۳۵ھ)	دار الفکر بیروت
21	مصنف عبدالرزاق	حافظ ابوبکر عبدالرزاق (۲۱۱ھ)	موسسۃ فواد
22	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (۳۲۱ھ)	مکتبہ حقانیہ
23	مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس (۱۷۹ھ)	مکتبہ فاروقیہ ملتان
24	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین عراقی تبریزی (۷۴۲ھ)	مکتبہ حقانیہ پشاور
25	السنن الکبری	امام احمد بن حسین البیہقی (۴۵۷ھ)	دار الکتب بیروت
26	دلائل النبوة	امام احمد بن حسین البیہقی (۴۵۷ھ)	دار الکتب بیروت
27	شرح عقائد نسفیه	علامہ سعد الدین تفتازانی	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
28	معجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی (۳۶۰ھ)	دار الکتب العلمیۃ بیروت

فیصلہ آگیا سرِ تسلیم خم کیجئے

محترم قارئین!

الحمد للہ! "عقائد کوئز" میں مذکور تمام عقائد قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں، پھر بھی اگر کوئی شخص اِن کو تسلیم نہیں کرتا تو اُسے چاہئے کہ وہ یہ تحریر ضرور پڑھ لے۔

[1]۔۔۔{**عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : فَمَارَاٰہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَسَنٌ وَمَارَاٰہُ الْمُؤْمِنُوْنَ قَبِیْحًا فَھُوَعِنْدَاللّٰہِ قَبِیْحٌ**} **ھٰذا حدیثٌ صحیحُ الاسناد۔**

[المعجم الکبیر للطبرانی:۳۶۸/۴، رقم :۸۵۰۴] ، [المستدرک للحاکم :۸۳/۳، رقم :۴۴۶۵] ، [السنن الکبری

للبیہقی:۱/۱۱۴]

''حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں، پس وہ اَللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اَچھا ہوتا ہے اور جس کام کو مومنین برا سمجھیں، پس وہ اَللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہو جاتا ہے۔'' یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

[2]۔۔۔۔{عَنْ سَلْمَانَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ} ھٰذا حدیثٌ صحیحٌ۔

[سنن ترمذی: ابواب اللباس، باب ماجاء فی لُبس الفراء: ۱/۲۰۶، رقم: ۱۷۲۶]، [مشکوۃ المصابیح: کتاب الاطعمہ، الفصل الثانی: ۳۷۹]، [سنن ابن ماجہ: کتاب الاطعمہ، باب اکل الجبن: ۲۴۱]، [المعجم الکبیر للطبرانی: ۳/۵۷۶، رقم: ۶۰۰۱]، [المستدرک للحاکم: ۴/۱۲۹، رقم: ۷۱۱۵]

''رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ حلال وہ ہے جسے اَللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جسے اَللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا اور جس سے اَللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار فرمائی تو اُسے اَللہ تعالیٰ نے معاف کیا ہے۔''

[3]۔۔۔۔{عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءٍ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْھَا} [مشکوۃ المصابیح بحوالہ دارقطنی: ۳۳]

''رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اَللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں پس تم اُن کو ضائع مت کرو اور کچھ چیزیں اُس نے حرام کی ہیں، پس تم اُن کا اِرتکاب نہ کرو اور اُس نے کچھ حدود مقرر کی ہے، پس تم اُن حدود سے تجاوز نہ کرو (آگے نہ بڑھو) اور کچھ چیزوں سے (بالارادہ اُمت پر اِحسان ورحمت کرنے کیلئے) بغیر بھولے خاموشی اِختیار کی ہے تو تم اُن کے (حلال وحرام ہونے کے بارے) بحث نہ کرو۔

محترم قارئین!

اِنسانی زندگی میں ہزاروں اَشیاء ایسی ہیں جن کے حلال وحرام ہونے کے بارے قرآن وسنت خاموش ہیں اِسلئے جب تک اِن اَشیاء کے عدمِ جواز یا حرام ہونے پر دلیلِ شرعی قائم نہ ہوگی، یہ مباح، جائز اور مشروع ہوں گی، اِن کے جواز کیلئے کسی دلیلِ شرعی کی ضرورت نہیں کیونکہ شریعتِ اِسلامیہ کے تمام فقہاء ومحدثین کا متفقہ قاعدہ ہے:

{اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَآئِ الْاِبَاحَۃُ} ''تمام چیزوں میں اصل جواز ہے۔''

[فتاوی شامی: ۶/۴۵۹]، [فتح الباری: ۹/۶۵۶]، [المبسوط للسرخسی: ۲۴/۷۷]

لہٰذا شریعتِ اِسلامیہ کے اِس قاعدے کی رُو سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ فی نفسہ کوئی بھی چیز عندالشرع اُس وقت تک ممنوع، ناجائز اور حرام نہ ہوگی جب تک قرآن وسنت کی نصِ قطعی اُس کے حرام ہونے کو نہ بیان کردے۔

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ محدثین وفقہاء عظام کا یہ اِتفاقی اُصول ہے کہ رسولِ محتشم ﷺ کا کوئی کام نہ کرنا اُس کے جائز ہونے کی دلیل ہے جبکہ کسی فعل کا نہ کرنا اُس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں جب تک اُس کی حرمت پر کوئی

دلیلِ شرعی نہ ہو۔ [فتح الباری: ۲۰/ ۱۵۵]

حلال وحرام جاننے کا قاعدہ

کسی بھی کام کی حِلّت وحرمت جاننے کا اُصول وضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ کام جو عہدِ رسالت اور عہدِ صحابۂ کرام میں نہ تھا اور بعد کے لوگوں نے کسی ضرورت کے تحت اُس کو اِیجاد کیا تو اُسے قرآن وسنت پر پیش کریں، پس اگر قرآن وسنت نے کسی بھی لحاظ سے اُسے ناجائز وحرام کہا ہے تو وہ بلاشبہ حرام ہے لیکن اگر قرآن وسنت اُس کو ناجائز کہنے کے بارے خاموش ہیں تو پھر مذکورہ حدیثِ پاک کے مطابق وہ اُمت کیلئے معاف ہے اور لوگوں کو اُس معاملے میں بحث کرنے سے رَسولِ اَکرم ﷺ نے منع فرمادیا ہے۔

لہٰذا اب اگر آپ نے "عقائد کوئیز" میں مذکور اَچھے اَعمال وعقائد میں سے کوئی نیک عمل کیا اور کسی دوسرے فرد نے اِعتراض کر دیا کہ میلاد منانا، انگوٹھے چومنا، ولیوں کا وسیلہ پیش کرنا، مزارات کی حاضری دینا اور اِیصالِ ثواب وغیرہ سب اَعمال بدعتِ سیئہ اور حرام ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں، آپ کو ان اُمور کے جائز وحلال ہونے پر دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ اِعتراض کرنے والے سے فوراً کہیں کہ وہ اِن اُمور کے حرام وناجائز ہونے پر کوئی واضح دلیلِ شرعی پیش کرے کیونکہ محدثین وفقہاء کے متفقہ اُصول کے مطابق ہر چیز اصل کے لحاظ سے حلال ہے، وہ حرام وناجائز نہیں ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ اُسے حرام قرار نہ دیں۔

اِسلئے اگر وہ کہے کہ مذکورہ چیزوں کے حرام وناجائز ہونے کا تو قرآن وسنت میں کہیں بھی ذکر نہیں اور واقعی یہ بات درست ہے تو پھر کہیں کہ جس کام کو قرآن وسنت نے حرام وناجائز نہیں کہا، پس وہ محدثین وفقہاء کے قواعد کے مطابق جائز اور مباح ہے، اِسلئے جب حق آجائے تو اُسے تسلیم کرنا چاہئے ورنہ حضور اکرم ﷺ نے اِن امور (جن کو اللہ اور رسول ﷺ نے حلال وحرام کی فہرست میں بیان نہیں کیا بلکہ خاموشی اِختیار کی) کے بارے بحث کرنے سے منع فرمایا ہے، اِسلئے زیادہ بحث مت کرو بلکہ حق وسچ کو تسلیم کرلو کہ اِسی میں بھلائی ہے۔